For in Christ all the fullness of
the Deity lives in bodily form
Colossians 2:9

PERFECT MAN
or
GOD INCARNATE

The Rev.Maulavi Sultan Muhammad Khan Paul

کیونکہ الوہیت کی ساری معموری
اسمیں مجسم ہوکر سکونت کرتی ہے

انسانِ کامل یا مظہرِ خُدا

علّامہ سُلطان محمّد پال

1925

مستند اسلامی کتب کی رو سے سیدنا عیسیٰ
مسیح کے مظہرِ اللہ ہونے کا لاجواب ثبوت

The Irrefutable Evidence for Jesus Christ
as God Incarnate from the Vantage Points
of Certified Islamic Books

For in Christ all the fullness of the Deity lives in bodily form

Colossians 2:9

PERFECT MAN

OR

GOD INCARNATE

The Irrefutable Evidence for Jesus Christ as God Incarnate from the Vantage Points of Certified Islamic Books

By

The Late Rev.Maulavi Sultan Muhammad Khan Paul

مستند اسلامی کتب کی روسے سیدنا عیسیٰ مسیح کے مظہرِ اللہ ہونے کالاجواب ثبوت

اِنسانِ کامل یا مظہر خدا

مصنفہ

رئیس المناظرین پادری حاجی مولوی سلطان محمد خان پال افغان فاضل عربی

1925

www.muhammadanism.org

(Urdu)

Oct.8.2004

The Late Rev. Maulavi Sultan Muhammad Khan Paul
Arabic Professor, Forman Christian College Lahore

1881-1965

اِنسانِ کامل یا مظہر خدا

کیونکہ الوہیت کی ساری معموری اسمیں مجسم ہو کر سکونت کرتی ہے

(کلسیوں ۲:۹)

تمہید

موجودات کے عمیق در عمیق اور پیچیدہ مسائل پر جس نے بنظر معاون اور تحقیق غور کیا ہے وہ جانتا ہے کہ فقط وجود ہی ایک ایسی الم واثمل شے ہے جو کہ موجودات کے ہر بکھرے ہوئے ذرے کو ایک ہی مسلک میں منسلک کرتی ہے خواہ وہ مادی ہو یا مجرد خالق ہو یا مخلوق۔ سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اور سب کو اپنے زاویہ عاطفت میں جگہ دیتا ہے۔ کوئی چیز چیز نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ اس کے مائدہ فیض کے فیضاب نہ ہو۔

واجب الممکن

وجود کا اطلاق سب پر ہوتا ہے۔ لیکن سب پر یکساں اور مساوی طور پر نہیں ہوتا۔ واجب الوجود (خدا) پر بھی یہ شامل ہے۔ اور ممکن الوجود (مخلوق) پر بھی۔ مگر واجب الوجود پر اس کا اطلاق بر سبیل اولیت واؤلویت ذاتی اور حقیقی ہوتا ہے۔ اور ممکن الموجود پر بر سبیل عرض ومجاز ومستعار ہوتا ہے۔ پس جو واجب الوجود ہے وہ اپنی ذات صفات اور افعال میں کسی غیر کا محتاج اور دست نگر نہیں۔ وہ مبدءفیاض ہے جو سب کو اپنے وجود یا جود سے فیض پہنچاتا ہے۔ اور کتم عدم سے حیز وجود میں لاتا ہے جس کو ہم خدا اور باپ کہکر پکارتے ہیں۔

واسطہ

اور جو ممکن الوجود ہے وہ اپنی ذات وصفات میں وجود اور عدم میں واجب الوجود یعنی خدا کا محتاج اور متفقر ہے جس کو ہم حادث مخلوق، فانی وغیرہ ناموں سے نامزد کرتے ہیں۔ پس موجودات کی دو جانب ہیں یعنی اعلیٰ یا واجب اور اصفل یا حادث جو نہ تو جمع ہو سکتے ہیں اور نہ مرتفع ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ شان متضاوین سے ظاہر ہے۔ اس عمیق اور ناپیدا کنار غار کے بھرنے کے لئے جو واجب اور ممکن کے درمیان واقع ہے۔ ایک ایسے واسطہ اور درمیانی یعنی برزخ کی ضرورت ہے۔ جسمیں دونوں باتیں ہوں تاکہ واجب اور ممکن میں ربط پیدا کرے۔ ورنہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ موجودات کی لڑی میں کوئی ترتیب اور قاعدہ ونظام نہیں ہے۔

واسطہ مابین الواجب و ممکن کی نسبت عقائد

اس مسئلہ کی نسبت کہ آیا واجب اور ممکن واسطہ کی ضرورت ہے یا نہیں؟ تین فریق ہیں۔ اور ہر ایک کے جدا خیالات ہیں:

۱۔ **اول ہمہ واستی یا وحدۃ الوجود** کے معتقدین کے نزدیک واسطہ فیما بین الواجب و ممکن کی مطلق ضرورت نہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک دوئی ہے ہی نہیں۔ جب دوئی نہیں تو واسطہ نہیں کیونکہ واسطہ تو دو چیزوں کے درمیان ہوتا ہے۔ ان کا تو ترانہ ہے کہ

خود کوزہ وخود کوزہ گر وخود گل کوزہ۔ خود رند صبوح کش

خود بسر آن کوزہ خریدار برآمد۔ بشکست ورواں شد

۲۔ دوم وہ لوگ جو واسطہ تو مانتے ہیں۔ لیکن ان کا ماننا نہ ماننے کے برابر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عالم مظاہر ذات وصفاتِ الہیٰ ہے۔ **عالم ہمہ مراتِ جمال ازلیست**۔ جو تعلق اور واسطہ ظاہر کو مظہر کے ساتھ ہے وہی واسطہ واجب اور ممکن میں بھی ہے۔ اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ذاتِ مخلوقات جو کسی صفت مثلاً وجود، علم، قدرت وغیرہ کے ساتھ موصوف ہوتی ہے۔ تو اس اتصاف میں ذات وصفات باری (خدا) واسطہ ہے۔ اور مخلوقات اپنی صفات کے ساتھ ذی واسطہ ہیں اور اس واسطہ کی تین صورتیں ہیں۔

الف۔ واسطہ العروض۔ کسی صفت کے ساتھ حقیقۃً و بالذات واسطہ ہی متصف ہو۔ اور ذی واسطہ میں وہ صفت مطلقاً نہ ہو۔ مگر چونکہ واسطہ اور ذی واسطہ میں ایک طرح کا تعلق اور تلبس ہے۔ اس بناپر ذی واسطہ کی طرف بھی اس حقیقت کی نسبت کر سکتے ہیں مثلاً ریل گاڑی کے بیٹھنے

والے حقیقت میں متحرک نہیں ہیں۔بلکہ گاڑی متحرک ہے۔لیکن ایک خاص قسم کی مناسبت کے لحاظ سے ہم ریل گاڑی کے بیٹھنے والوں کو بھی متحرک کہہ سکتے ہیں۔

ب۔ واسطہ فی الاثبات۔ کوئی صفت ذی واسطہ میں موجود ہو اور واسطہ میں صلا موجود نہ ہو۔ بلکہ ذی واسطہ کے موصوف کر دیتے ہیں۔ سفیر محض ہو۔ مثلاًرنگریز واسطہ ہے۔لیکن صفت رنگینی ذی واسطہ یعنی کپڑے میں پائی جاتی ہے۔اور خود رنگریز میں مطلق یہ صفت موجود نہیں ہوتی ہے۔ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو کلاً یا جزاًرنگین کر دے۔ مطلب یہ ہے۔کہ جو صفت مستقل طور سے ذی واسطہ یعنی کپڑے میں موجود ہے۔ وہ بعینہ واسطہ یعنی نگریز میں موجود نہیں ہے۔اور اگر مستقل طور سے ایسی ہی صفت اس میں بھی پائی جائے تو اس کا ثبوت مستقل دلیل سے ہو گا۔ کپڑے کی اس کی مستلزم اور دلیل نہیں ہو سکتی ہے۔

ج۔ واسطہ فی الثبوت۔ وہ صفت واسطہ اور ذی واسطہ دونوں میں حقیقۃً موجود ہو لیکن واسطہ میں بطور علت اور ذی واسطہ میں بطور معلول ہو۔ مثلاًلکھتے وقت قلم کی حرکت ہاتھ کی حرکت سے پیدا ہوتی ہے۔ پس ہاتھ حرکت میں واسطہ اور قلم ذی واسطہ ہے حرکت دونوں کے ساتھ قائم ہے۔لیکن ہاتھ کی حرکت علتِ ہے۔اور قلم کی حرکت معلول۔

وسائط ثلاثہ کی تشریح اور تفصیل سے آپ خود معلوم کر سکتے ہیں۔کہ خدا کا واسطہ ہونا عالم کی ذات وصفات میں بمعنی فی العروض وفی الثبو ممکن نہیں۔اس لئے کہ واسطہ العروض سے لازم آتا ہے۔کہ مخلوقات میں جتنی صفات ہیں۔حقیقۃً خدا ہی کی صفات ہیں۔اور مخلوقات کی طرف ان کی نسبت محض مجازی ہے۔اس کے ماننے میں یہ قباحت ہے۔کہ مخلوقات میں اکثر صفات ذمیمہ واوصاف دنیہ ایسی ہیں۔جن کی نسبت خدا کی ذات کی طرف کرنا سراسر کفر اور گستاخی ہے۔واسطہ فی الثبوت ہونا اس لئے غلط ہے کہ اوّل تو اس میں وہی قباحت پائی جاتی ہے جس کی تردید ابھی ہم کر چکے ہیں اور دوسری خرابی یہ لازم آتی ہے کہ معلول کا تحلف علت سے جو محال ہے ماننا پڑے گا۔اس کی توضیح یوں ہے کہ صفات باری قدیم ہیں۔ پس اگر یہ صفات مخلوقات کی صفات کی علت بین تو لازم ہے کہ مخلوقات کی صفات بھی قدیم ہوں۔اور یہ عقلاً اور نقلاً باطل ہے پس واسطہ فی الاثبات میں کسی قدر گنجائش ہے۔یعنی باری تعالیٰ اپنی قدرت اور ارادہ سے اپنی مخلوق کو جو صفت چاہتا ہے ۔ عطا فرماتا ہے۔اور خود ان صفات سے مبرہ ومنزہ ہے۔خدا کی صفات کو مخلوق کی صفات سے بجز مشارکتِ لفظی اور کوئی مناسبت مشابہت نہیں ہے۔اس صورت میں واسطہ کے یہ معنی ہوئے کہ جس طرح مصنوع اپنے صانع کے وجود پر اور مکتوب اپنے کاتب کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔بعینہ عالم اپنے خالق کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔اس قسم کے واسطہ کو اصلاح میں مظہر ناقص کہتے ہیں۔اور یہ مفید مطلب نہیں۔کیونکہ مطلب تو یہ ہے کہ واجب اور امکان کے درمیان کوئی ایسا واسطہ ہو جو دونوں کو ملائے۔نہ یہ کہ خالق کے وجود کو ثابت کرے۔کیونکہ ہم تو اس کو مان چکے ہیں۔

۳۔ دم وہ فریق ہے جو واجب اور ممکن کے درمیان کے ایسے واسطہ کے قائل ہیں۔ جس میں وجوب اور امکان دونوں صفتیں موجود ہوں تاکہ واجب اور ممکن میں ربط پیدا کر سکے۔ اس واسطہ کو وہ اپنی اصطلاح میں انسان کامل، برزخ کبریٰ، اور مظہر جامع اور اتم کہتے ہیں چنانچہ مولانا جامی علیہ الرحمتہ خصوص الحکم کی شرح میں یوں لکھتے ہیں کہ :

ان شیخ الکبیر رضی اللہ تعالی عنہ اور رحی کتاب الفکوك ان الانسان الکامل الحقیقی ھوبرزخ بین الرجوب ولا مکان والمراۃ الجامعتہ بین صفات القدمہ واحکامہ وبین صفات الحدثان وھو واسطۃ بین الحق والحق وبہ ومن مراتہ ایصل فنیض الحق والمددالذی ھو سبب لقاء ماسری الحق الی العالمہ کلہ علوا ورسفلاً والالہ من حیت برفیتۃ التی یتقائراطرین لمہ یقبل شئی من العالم المدرا الی الرحدنی العدم المناسبۃ الارتباط ولمہ یصلی الیہ انتہی کلامہ۔

ترجمہ "پس جانو کہ شیخ الکبیر "اکتاب الفلوک" میں لکھتے ہیں کہ حقیقی انسان کامل وہ ہے جو وجوب اور امکان میں برزخ ہو۔ اور صفات قدیمہ اور حادثہ کا آئینہ ہو۔ یہی حق اور خلق کے درمیان واسطہ ہے۔ اسی لئے اور اسی کے آئینہ سے خدا کا فیض تمام مخلوقات کو علوی یا سفلی ہو پہنچتا ہے۔ اور یہی بجز ذات حق کے تمام مخلوقات کی بقا کا سبب ہے۔ اگر یہ برزخ جو وجوب اور امکان کا مغائر نہیں ہے نہ ہوتا۔ تو دنیا کو خدا کی مدد حاصل نہ ہوتی۔ یہ سبب نہ ہونے مناسبت اور ارتباط کے (یہاں تک شیخ الکبیر کا کلام ختم ہوا)۔

مزید توضیح کے لئے ہم ایک اور مستند فلاسفر اور صوفی عبدالکریم جیلانی کی مشہور آفاق کتاب الانسان الکامل کے حصہ دوئم سے جس کا اردو ترجمہ مولوی ظہیر احمد سہوانی نے کیا ہے ایک اقتباس نقل کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔

پھر جاننا چاہیے کہ انسان کامل وہ ہے جو کہ اسماء ذاتیہ اور صفات الہیہ کا اصلی اور ملک کے طور پر متقضاء ذاتی کے حکم سے مستحق ہو۔ کیونکہ وہ ان عبارات کے ساتھ اپنی حقیقت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور ان اشارات کے ساتھ اپنے لطیفہ کی اشارہ کیا گیا ہے اس کے وجود میں سوائے انسان کامل کے کوئی مستند نہیں۔ پس اس کی مثال حق کے لئے ایسی ہے جیسے ایک آئینہ کہ اس میں کوئی شخص اپنی صورت بغیر اس

آئینہ کے نہیں دیکھ سکتا ہے۔ ورنہ بغیر اللہ کے اسم کے اپنے نفس کی صورت دیکھنا اس کو غیر ممکن ہے۔ پس وہ اس کا آئینہ ہے **اور انسان کامل بھی حق کا آئینہ (مظہر)** ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نفس پر یہ امر واجب کر لیا ہے۔ کہ اپنے اسماء وصفات کو بغیر انسان کامل کے نہیں دکھاتا ہے" (حصہ دوم صفحہ ۱۰۵۔۱۰۶)۔

یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ موالید ثلثہ میں بجز نوع انسان کے اور کسی میں مظہر جامع ہونے کی قابلیت اور استعداد نہیں پائی جاتی اور خود انسان کے افراد میں ہر ایک فرد جیسا کہ بعض اور جاہل سمجھتے ہیں اس کا مستحق ہو سکتا ہے۔ بلکہ صرف وہی اسکے قابل ہو سکتا ہے جو کہ بنی نوع انسان میں کامل اور اکمل ہو۔ مثلاً آفتاب کی روشنی جتنی چیزیں اس کے مقابل اور روبرو ہوتی ہیں۔ ان سب پر چمکتی ہے۔ اور ہر ایک بقدر استعداد اور لطافت اس روشنی کو منعکس یعنی ظاہر کرتی ہے لیکن جس چمک دمک اور کمالیت کے ساتھ جرم شفاف مثلاً آئینہ اس کو منعکس اور ظاہر کرتا ہے۔ کوئی دوسری چیز اس طرح ظاہر نہیں کر سکتی ہے۔ پس آفتاب کی روشنی کا مظہر یا آئینہ جرم شفاف ہے۔ بعینہ اسی قانون کے موافق اگرچہ ہر فرد انسان میں اعلیٰ قدر مراتب استعداد کسی نہ کسی صفت الٰہیہ کی دھندلی جھلک پائی جاتی ہے لیکن سب اس کے مظہر نہیں ہو سکتے ہیں۔ بلکہ فقط وہی جو کہ کامل اور اکمل ہونیکے باوجود صرف انسان ہی نہ ہو۔ بلکہ واجب اور ممکن کا برزخ کبریٰ بھی ہو۔ جیسا کہ اوپر کے اقوال سے جو مسلمان اور مستند عالم وصوفی کے ہیں۔ ہم ثابت کر آئے ہیں۔

مسئلہ برزخیت ایک ایسا صحیح اور یقینی مسئلہ ہے جس سے کوئی عقلمند شخص انکار نہیں کر سکتا ہے۔ زمانہ حاضر کے نیچرل سائنسدان عالموں نے صحیح تجربات اور مشاہدات کی بنا پر نہ صرف اس مسئلہ کو درست تسلیم کیا ہے۔ بلکہ موجودات کے ہر طبقے کو دوسرے طبقہ کے ساتھ ربط دینے کے لئے لابدی مان کر ثابت بھی کیا ہے۔ مثلاً:

طبقہ جمادات ونباتات کا برزخ مونگا یعنی مرجان ہے۔ اس لئے کہ مرجان میں دونوں طبقوں کی صفات پائی جاتی ہیں۔ یعنی وہ جمادی بھی ہے اور نباتی بھی۔

طبقہ نباتات وحیوانات کا برزخ ایک قسم کا پودا ہے۔ جس کا نام انگریزی زبان میں سنڈیو (Sundew[1]) ہے۔ اس میں نباتاتی اور حیواناتی صفات ہو بہو موجود ہیں۔ بظاہر یہ ایک خوشنما چمکیلا پودا ہے۔ لیکن یہ کیڑے مکوڑوں کو اس خوبصورتی کے ساتھ شکار کر کے ہضم کرتا ہے۔ جس کو یہ دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔

حیوان مطلق اور حیوان ناالحق (انسا) کا برزخ جد بندر ہے جس میں دونوں صفات موجود ہیں۔ پس جبکہ موجودات کے ہر طبقہ کے سلسلے کا ملانے والا موجود ہے۔ تو کیا طبقہ ناسوت اور لاہوت کا برزخ نہ ہو گا ضرور ہے۔ جیسا کہ ابھی ہم بخوبی ثابت کر چکے ہیں۔

[1] https://www.britannica.com/plant/sundew

ایڈیٹر اشاعت اسلام اور

برزخ اور کبریٰ

اب اس کا فیصلہ کرنا باقی ہے۔ **کہ یہ انسان کامل برزخ کبریٰ اور مظہر جامع کون ہے** ایڈیٹر اشاعت اسلام لاہور۔ اشاعت اسلام بابت ماہ اگست ۱۹۱۹ء کے پرچہ کے نسخہ ۳۴۴ کی آخری سطر میں لکھتے ہیں کہ حضرت محمد جو برزخ کامل ہستی جامع اور عالم کون کی آخری معراج ہے"۔

ناظرین کو یہ یقین کرلینا چاہیے کہ ایڈیٹر صاحب نہ تو برزخ کامل، ہستی جامع "کی تعریف سے واقف ہیں۔ اور نہ اس فلسفیانہ بحث کے آشنا ہیں۔ کسی مولود خوان واعظ کے منہ سے سن کر یہاں لکھ دیا۔ ہاں یہ بہت ہی ممکن اور قرینِ قیاس ہے کہ ہمارے اس مضمون کو پڑھ کر ان کی آنکھیں کھل جائیں۔

بہر حال ہم ایڈیٹر صاحب کو یہ بتلاتے ہیں کہ ہم بحوالہ شرح خصوصی الحکم جامی اور الانسان الکامل کے یہ ثابت کرچکے ہیں۔ کہ برزخ کبریٰ **اور انسان کامل اور مظہر جامع**۔ صرف وہی شخص ہوسکتا ہے جو کہ **کامل خدا اور کامل انسان ہو**۔ صفات قدیمہ الہیٰا اور صفات ممکنہ انسانیہ کے ساتھ متصف ہو چنانچہ شیخ الکبیر نے صاف لکھا ہے کہ "**ھو البرزخ بین الوجوب والامکان**" جس کا حوالہ ہم دے چکے ہیں۔ اور عبد الکریم جیلانی نے تو صاف صاف لکھا ہے کہ "اسماء ذاتیہ اور صفات الہیٰا کا اصلی اور ملک کے طور پر مقتضاء ذاتی کے حکم سے مستحق ہو"۔

اب ہم ایڈیٹر صاحب اور ان حضرات سے جو آنحضرت کو انسان کامل کی صورت میں پیش کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں ہیں کہ کیا آنحضرت میں آپ الوہیت ثابت کرسکتے ہیں؟ آنحضرت نے تو کھلے الفاظ میں فرمایا ہے کہ **أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** یعنی میں تمہاری طرح انسان ہوں" (سورہ الکہف آیت ۱۱۰)۔ پس جو شخص ہماری طرح انسان ہے۔ وہ کسی صورت میں بھی برزخ نہیں ہوسکتا ہے۔

ہم حد دائی اور ایڈیٹر صاحب کے اس زعم باطل کی پردہ دزی کے لئے ایک فیصلہ کن معیار پیش کرتے ہیں۔ جس پر رکھ کر ہم کامل اور ناقص کھرے اور کھوٹے میں فی الفور اور امتیاز اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرسکتے ہیں۔ اور لطف تو یہ ہے کہ وہ معیار بھی ہمارا نہیں بلکہ مسلمانوں ہی کا ہے۔

اور ساتھ ہی ہم قدوائی صاحب اور ایڈیٹر صاحب کو چیلنج دیتے ہیں۔ کہ وہ اس معیار کے مطابق آنحضرت کو ازروئے قرآن شریف میں انسان کامل برزخ کبریٰ اور مظہر جامع ثابت کریں۔ "وہ معیار یہ ہے جیسا کہ علامئہ جامی شرح فضوص الحکم میں لکھتے ہیں۔

" فان له ثلث نشاة نشاة الروهيه نشاة عنصرية ونشاة مرائيته یعنی انسان کامل میں تین نشاتین ہیں۔ اوّل نشاۃ روحانی۔ دوم نشاۃ عنصری، سوم نشاۃ مراتی۔

کیا ایڈیٹر صاحب یا قدوانی صاحب یا کوئی اور صاحب یہ ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ آنحضرت نے ان میں سے بجز نشاۃ عنصری کے کسی اور نشاۃ کا بھی دعویٰ کیا ہے؟ نہیں اور مطلق نہیں۔

پس ہم نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ کہ کس طرح یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ حضرت محمد "برزخ جامع اور ہستی کامل یا انسان کامل" ہیں۔

برعکس اس کے ہم ڈنکہ کی چوٹ پر اور للکار کے یہ کہتے اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ صرف ربنا المسیح۔ انسان کامل۔ برزخ کبریٰ اور مظہر جامع ہیں۔ اور بس۔

انسان کامل میں وجوب امکان کا ہونا ضروری ہے

ہم حتمی اور قطعی دلائل سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ واجب اور ممکن کے درمیان جو واسطہ ہے۔ اسی واسطہ کو انسان کامل کہتے ہیں۔ اور انسان کامل میں وجوب اور امکان کا ہونا لازمی امر ہے۔ یعنی انسان بھی ہو اور خدا بھی۔ اور جو خدا بھی ہے اور انسان بھی۔ وہی برزخ کبریٰ اور مظہرِ جامع ہے۔ یہ سب باتیں **ربنا المسیح** میں انسب اور اکمل طور پر موجود ہیں یہ صرف ہمارا دعویٰ ہی دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ انجیل مقدس کی حقیقی بنیاد اور مقصد اعلیٰ ہے

پس سنیئے۔

۱۔ میں اور باپ ایک ہیں"(یوحنا ۱۰: ۳۰)۔

۲۔ "میرا یقین کرو کہ میں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں ہے"(یوحنا ۱۴: ۱۱)۔

۳۔ "ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلام خدا تھا(یوحنا ۱: ۱)۔

۴۔ وہ خدا کی اندیکھی صورت اور تمام مخلوقات سے پہلے مولود ہے"(کلسیوں ۱: ۱۵)۔

۵۔ کیونکہ الوہیت کی ساری معموری اس میں مجسم ہو کر سکونت کرتی ہے (کلسیوں ۲:۹)۔

کیا ایڈیٹر صاحب بھی قرآن شریف سے کم از کم ایک آیت اس قسم کی آنحضرت کی بابت پیش کر سکتے ہیں۔ جس سے ان کی برزخیت اور مظہریت یا کاملیت ثابت ہو؟؟؟

اب آیئے کہ ہم اس کا بھی فیصلہ کریں۔ کہ سیدنا مسیح نے ان نشانات ثلثہ کا جن کا ذکر ابھی ہم نے بطور معیار کے کیا ہے۔ دعویٰ کیا ہے یا نہیں؟ کیا ہے۔اور کھلے الفاظ میں کیا ہے۔ چنانچہ ہم نمبر دار ہر ایک نشاۃ کے مقابل میں **ربنا المسیح** کا دعویٰ لکھتے ہیں سنئے:

۱۔ نشاۃ روحیہ "راہ، حق اور زندگی میں ہوں" (یوحنا ۱۴: ۶)۔

قرآن شریف نے بھی ربنا المسیح کی نشاۃ روحیہ کا اقرار کیا ہے " **وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ** "۔

۲۔ نشاۃ عنصریہ "لوگ ابن آدم کو کیا کہتے ہیں" (یوحنا ۱۴: ۶)۔

۳۔ نشاۃ مرایۃ جس نے مجھے دیکھا۔اس نے باپ کو دیکھا" (یوحنا ۱۴: ۹)۔

یعنی **ربنا المسیح** خدا کا آئینہ اور مظہر ہیں جس طرح کہ آئینہ میں کسی کی صورت ظاہر ہوتی ہے اسی طرح مسیح میں خدا ظاہر ہوتا ہے۔ جس طرح کے مثال ذی مثال کی مظہر و موجوب وضوح ہوتی ہے۔ بعینہ مظہر ذی مظہر کے کمالات وصفات کا آئینہ اور موجب وضوح ہوتا ہے۔ جس کے دیکھنے سے خدا معہ اپنی صفات جمالی و جلالی و تمام محاسن کے دکھائی دیتا ہے جس کی تجلی اور دیدار سے تمام شکوک وشبہات کے خش وخاشاک بھسم ہو کر انسان حق اور یقین کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔

یہ ہے مظہر جامع کی تعریف جس سے ایڈیٹر صاحب محض ناواقف معلوم ہوتے ہیں۔

پس **ربنا المسیح** کی مظہریت، برزخیت اور کاملیت سے انکار کرنا خدا کے وجود سے انکار کرنے کے برابر ہے۔ کیونکہ خدا کا وجود بغیر مظہر جامع کے کماحقہ ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔ اور مظہر جامع اور برزخ کبریٰ۔ بجز **ربنا المسیح** کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ لہذا مسیح کا انکار کرنا خدا کا انکار کرنا ہے۔

ممکن ہے کہ کوئی بے خبر شخص جو اس فن شریف سے محض ناواقف ہو یا کوئی لا ابالی قادیانی یا کوئی اور ان کا بھائی ہمارے اس دعویٰ پر کہ خدا کا وجود بغیر مظہر جامع کے کماحقہ ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔اعتراض کرے۔اس لئے ہم بطور دخل مقدر اسکے دلائل بھی ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

مجھ کو یقین ہے کہ دنیا میں کوئی بھی ایسا شخص نہ ہو گا۔ جس نے آنکھ رکھتے ہوئے روشنی نہ دیکھی ہو یا کان رکھتے ہوئے آواز نہ سنی ہو یا ناک رکھتے ہوئے بُو نہ سونگھی ہو۔

روشنی کیا ہے؟ ایتھر یعنی ایثر کے تموج اور جنبش کا نام ہے۔ اگر ایتھر کے لطیف ذرات ہمارے درمیان حائل نہ ہوں۔ تو روشنی کوئی چیز نہ ہو گی۔ پس روشنی کے وجود کا انحصار ایتھر پر ہے چونکہ ایتھر ہی اس کا مظہر ہے اس لئے اس کی ہستی سے وہ ہست اور اس کی نیستی سے وہ نیست ہوئی۔

اسی طرح اگر ہوا ہمارے درمیان موجود نہ ہو تو آواز اور بُو بھی موجود نہ ہو گی۔ کیونکہ ان کا مظہر ہوا ہے۔ پس اس کی ہستی سے وہ ہست اور اس کے فقدان سے وہ مفقود ہو گی۔

مظہر خدا پر قرآن کی شہادت

پس اگر ہم فطرت کے اس قانون سے یہ نتیجہ نکالیں کہ خدا کا وجود بھی بغیر مظہر کے ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔ تو ہم حق بجانب ہونگے۔ اور ہمارا یہ نتیجہ بالکل صحیح اور درست ہو گا اور بالفرض محال اگر ثابت بھی ہو جائے۔ تو اس صورت میں خدا کا وجود اس بتی کی طرح ہو گا۔ جس پر کوئی شیشے کا خول نہ ہو اور چراغ سحری کی طرح ٹمٹمائی ہو۔ قرآن شریف نے خدا کے لئے مظہر کی ضرورت کو ایک ایسی بے مثل مثال سے ثابت کیا ہے۔ جس کو ہم یہاں نقل کئے بغیر رہ نہیں سکتے ہیں وہ یہ ہے۔

اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔

ترجمہ:"اللہ زمین و آسمان کا نور ہے۔ مثل نور اس کے جیسی ایک طاق جس میں چراغ ہو اور چراغ شیشہ میں دھرا ہو۔ اور شیشہ چمکتا ہوا تارے کی طرح ہو مبارک زیتون کا تیل اس میں جلتا ہو۔ جو نہ شرقی اور نہ غربی۔ قریب سے اسکا تیل بغیر آگ کے سلگ اٹھے۔ نور پر نور۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ خدا لوگوں کے سامنے مثال پیش کرتا ہے۔ اور سب کچھ جانتا ہے۔(سورۃ نور آیت ۳۵)۔

آپ اپنے گھر میں بیٹھے بیٹھے اس کا تجربہ کر سکتے ہیں۔ جس وقت آپ اپنے لیمپ کو روشن کریں۔اس پر چمنی نہ رکھے تب تک آپ دیکھینگے کہ روشنی کیسی دھیمی اور بُری طرح سے جلتی ہے۔ لیکن جس وقت آپ اس پر چمنی رکھینگے "۔تو فی الفور روشنی دس گنی سے بھی زیادہ تیز اور باقاعدہ ہوجائیگی۔ **یہی تعلق ہے خدا کو خدا کے مظہر کے ساتھ۔ مظہر جس قدر کامل جامع اور پاک صاف ہوگا۔ خدا اسی قدر آب وتاب کے ساتھ ظاہر ہوگا۔**

قرآن شریف کی آیت مذکور میں نور خدا کی ذات سے مراد ہے۔اور زجاجہ یعنی شیشہ کے خول سے اس کا مظہر مراد ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ خدا کو آنخضرت نے کس صورت پر ظاہر کیا اور **ربنا المسیح** نے کس صورت میں ؟

قطع نظر اس تاریخی حقیقت سے کہ آنخضرت نے الہیات کی نسبت جو کچھ بھی سیکھا۔ وہ یہودیوں اور عیسایئوں کے مدرسہ میں بیٹھ کر سیکھا۔ تو بھی آنخضرت نے خدا کو جس صورت میں ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ اگر ہم اس کا حلیہ بیان کرنا چاہیں تو ان الفاظ میں بیان کر سکتے ہیں:

اہل اسلام کا خدا

خدا واحد مطلق ہے جس کا وجود از روئے عقل محال ہے۔ وہ عرش معلیٰ کے تخت پر جلوس فرماہے۔ جہاں سے فرمان نافذ کرتا ہے۔ اور اپنے اومر اا ور نواہی کو بزور شمشیر منواتا ہے۔ وہ قہار ہے۔ جس کے قہر وغضب سے اس کی رحمت اور شفقت کوسوں دور بھاگتی ہیں۔ وہ انتقام لینے میں اس قدر سخت اور سنگین ہے۔ کہ اس نے کل انسانوں کو بغیر کسی استثنا کے ایک بار جہنم میں داخل کرنے کو اپنی ذات پر فرض ٹھہرایا ہے۔ خود اسی نے دنیا کے ادیان میں ارادۃً اختلاف ڈال دیا ہے۔ تاکہ سب کو جہنم کا ایندھن بنائے۔ وہ اپنے بندوں کی روحانی ہلاکت مصائب وتکالیف سے اگرچہ خوش نہیں ہوتا تاہم اس کی پرواہ بھی نہیں کرتا ہے۔ خود اس کو انسان سے کسی قسم کی ہمدردی نہیں۔ اس کو اپنے قانون اور سخن کا پاس اور لحاظ نہیں۔ جب چاہتا ہے۔ منسوخ کرتا ہے۔ یا بھلادیتا ہے۔ پھر اس کے برابر یا اس سے بڑھ کر اور قانون اجرا کرتا ہے۔ اس طرح گاہے ترمیم کرتا ہے۔ اور گاہے تبدیل۔

مسیحیوں کا خدا

اس کے بالمقابل **ربنا المسیح** نے خدا کو جس صورت میں ہم پر ظاہر کیا ہے۔اس کا خاکہ یہ ہے:

خدا واحد و مطلق نہیں جس کا وجود از روئے عقل ثابت نہ ہوسکے بلکہ اس میں تین اقانیم ہیں۔ جو باپ بیٹے اور روح القدس کے ناموں سے پکارے جاتے ہیں۔ لیکن تین خدا نہیں۔ بلکہ ایک ہی خدا ہے۔ وہ صاحب اقتدار اور بڑی طاقت والا ہے۔ وہ بالکل مقدس مبارک، عادل، اور رحم الراحمین ہے۔ وہ بدترین انسان کا رہبر مددگار ہے۔ محافظ اور مربی ہے۔ اس بزرگ اور برتر قادر مطلق خدا کو انسان کے ساتھ پوری اور یقینی ہمدردی ہے۔ وہ ہر گز یہ نہیں چاہتا ہے کہ کسی انسان کی روح ہلاک ہو۔ بلکہ یہ چاہتا ہے کہ سب کے سب ایمان لا کر حیات ابدی و سرور سرمدی میں داخل ہوں خدا کامل محبت ہے وہ گنہگار سے گنہگار انسان کو جس کا نامہ اعمال بالکل سیاہ ہوچکا ہے پیار کرتا ہے۔ وہ انسان کے ساتھ باپ اور بیٹے کا رشتہ قائم کرتا ہے۔ وہ انسان کو اس کے روحانی رنج والم، مصیبت و تکلیف میں نہ صرف تسلی واطمینان دیتا ہے۔ بلکہ خود حصہ لے کر انسان کے اندر ایک نئی زندگی کی روح پھونکتا ہے۔ وہ انسانی لباس میں آکر ہمارے ساتھ رشتہ اتحاد قائم کرتا ہے۔ وہ عالم بالا سے انسان کے پاس بطور یار و مددگار کے آتا ہے۔ اور انسان کو شرف اور عزت عطا کرکے عالم بالا تک پہنچاتا ہے۔ وہ گنہگار پر ناراض تو ہوتا ہے لیکن اس کا غصہ اس کی شفقت اور رحمت کو ٹھنڈا نہیں کرسکتا ہے۔ وہ ہر جگہ حاضر و ناضر ہے۔ زمین آسمان اور کل کائنات اس کا تخت ہے۔ وہ ہماری ساری حاجتوں کو پورا کرتا ہے۔ وہ ان کو جو غم و رنج اور دکھ اور درد کے بھاری بوجھ سے دبے ہوئے ہیں۔ اپنے پاس بلاتا ہے۔ وہ کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈتا ہے۔ وہ مسیح کی صورت میں ہمارے پاس آکر بیماروں، لنگڑوں، لولوں، کوڑھیوں اور اندھوں کو شفا دیتا ہے۔ مردوں کو زندہ کرتا ہے بھوکوں کو کھانا کھلاتا ہے۔

اس کے قانون اٹل ہیں۔ اس کے قانون کا ایک لفظ اور ایک شوشہ بھی نہیں بدل سکتا۔ وہ انسان کو روحانی آزادی دے کر اس کے قویٰ کو ظاہر اور منکشف کرتا ہے۔ وہ اپنے فرزندوں کو آسمان کی بادشاہت میں داخل کرتا ہے۔ جہاں روحانی سرور اور شادمانی حاصل ہوتی ہے۔

اس کی وجہ ہم ایک مثال کے ذریعہ سے بتلاتے ہیں وہ یہ ہے کہ:

ایک شاہزادہ تھا جو اپنا باز ہاتھ پر بٹھا کر شکار کو روانہ ہوا۔ باز شہزادے کے ہاتھ سے اڑ کر ایک بڑھیا عورت کی دیوار پر جا بیٹھا۔ بڑھیا گھر میں گوشت صاف کررہی تھی باز گوشت کو دیکھ کر بڑھیا کے پاس جاکر بیٹھ گیا۔ بڑھیا نے باز کو پکڑ کر اس کے پاؤں میں جو خوبصورت ارتشیمی قیطان میں سونے کے چھوٹے چھوٹے گھنگرو لٹکے ہوئے تھے قینچی سے کاٹ کر کہنے لگی۔ کہ افسوس! تو کس بے رحم شخص کے ہاتھ میں پڑا تھا۔ جس نے تجھ کو بیڑیاں

پہنا کر قید میں رکھا تھا۔اس کے لمبے لمبے ناخون کو دیکھ کر آہ بھر کے کہنے لگی۔کہ تو کس ظالم کے پالے پڑا تھا کہ جس نے تیرے ناخن تک نہیں کاٹے۔یہ کہکر اس کے ناخنوں کو بھی اس نے کاٹ دیا۔اس کی چونچ کو دیکھ کر کہنے لگی کہ تیری چونچ اس قدر لمبی اور ٹیڑھی ہو رہی ہے تجھ کو کھانے میں سخت تکلیف ہوتی ہوگی۔یہ کہکر اس کی چونچ کا بھی صفایا کر دیا۔غرضیکہ اسی طرح یکے بعد دیگرے اس کے لمبے لمبے پروں اور اس کی دم کو نوچ گھسوٹ کے اس بیچارے باز کو گوشت کا لوتھڑا بنا کر چھوڑ دیا۔اور کہنے لگی کہ اب تو بہت ہی خوبصورت ہے۔معلوم ہونے لگا ہے۔

اس عورت نے جو کچھ اس باز کے ساتھ کیا بدانست خود اچھا کیا۔لیکن حقیقت میں اچھا نہیں کیا۔کیونکہ جتنی چیزیں باز کے لئے ضروری وباعثِ زینت تھیں۔ان سب کو اس نے برباد کیا۔اور باز کو ردی حالت میں مسخ کر کے چھوڑ دیا۔بعینہٖ آنحضرت نے یہودی،اور عیسائی تعلیم کے ساتھ سلوک کیا۔کہیں سے چونچ اور کہیں سے دُم کاٹ کاٹ کر سب کو برابر کر دیا۔جتنی باتیں خدا کے لئے باعثِ کمال و تحسین تھیں۔سب کو علیحدہ کر کے

خدا کو اس صورت میں ظاہر کیا۔جس کا حلیہ ابھی ہم لکھتے آئے ہیں۔فقط۔ **سلطان۔**

صدق الله العظيم

كل الحقوق محفوظة